نئے سال پر ہر ذات اپنا محاسبہ کرے کیا کھویا کیا پایا

1894ء اور 1994ء کی مماثلت اور جماعتی ترقیات

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ دسمبر 1994ء بمقام مسجد فضل لندن برطانیہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

آج کے خطبے کا موضوع تو اور ہے لیکن اس وقت مجھے ایک چھوٹی سی غلطی کی درستی کروانا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نصیحت کا ذکر میں نے ان الفاظ میں کیا تھا ''سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل کرو'' تو ایک دوست نے توجہ دلائی کہ اصل الفاظ میں جھوٹوں کی طرح نہیں، بلکہ ''جھوٹے کی طرح'' ہے، اس لئے جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہیں، وہ من وعن اسی طرح بیان ہونے چاہئیں، تحریر میں تو چونکہ چھپے ہوئے ہیں، اس لئے کسی مستقل غلطی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر بعض لوگ تحریریں نہیں پڑھتے، ان کی اطلاع کے لئے میں بتا رہا ہوں کہ لفظ ''جھوٹوں'' نہیں، بلکہ ''جھوٹے کی طرح'' ہے۔ پس ''سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو''۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ:۱۲)

اب ہم سال کے آخری لمحات میں داخل ہو رہے ہیں، ہو چکے ہیں بلکہ 1994ء کا سال قریب الاختتام ہے، ایک دن بیچ میں رہ گیا ہے اور پرسوں سے انشاء اللہ نئے سال کا آغاز ہوگا۔ جب سال ختم ہو رہا ہو اور نیا سال چڑھ رہا ہو تو طبعاً دنیا میں اس جوڑ کو خاص طریق پر منایا جاتا ہے اور بغیر محسوس کئے اس وقت کو گزرنے نہیں دیا جاتا۔ مختلف رنگ میں لوگ اپنے ردعمل دکھاتے ہیں بعض لوگ تیاریاں کر رہے ہیں کہ جب اگلے سال کا دن چڑھے گا اس جوڑ کے وقت پھر وہ کثرت سے

شراب نوشی کریں گے، عیش وعشرت کے تمام سامان جو پہلے سے مہیا کئے جاتے ہیں ان سے وہ محظوظ ہوں گے اور لذت یاب ہوں گے اور بہت سی ایسی بے حیائیاں اس وقت سے وابستہ ہو جاتی ہیں جو عام حالات میں ایک آزاد قوم بھی نہیں کرتی۔ پس ایک یہ بھی ردعمل ہے۔ ایک عمومی ہر طرف یہ ردعمل دکھائی دیتا ہے کہ اخبارات میں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سال کے اہم واقعات، کامیابیاں بھی اور ناکامیاں بھی دکھائی جاتی ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ یہ سال سیاسی لحاظ سے کیسا گزرا۔ فلاں لحاظ سے، اقتصادی لحاظ سے کیسا گزرا، کون سے اہم واقعات ہیں جو قابل ذکر ہیں۔

ایک اور ردعمل جو ہونا چاہئے بعضوں میں ہوتا ہے مگر اکثر میں نہیں وہ انفرادی جائزہ ہے۔ اور یہ ردعمل سب سے زیادہ اہم ہے اور معنی خیز ہے جہاں تک سال کے آکر گزر جانے کا تعلق ہے یہ تو ایک وقت کا بہتا ہوا دریا ہے۔ اس میں جہاں بھی آپ لکیر کھینچیں اسے اہم لمحہ قرار دے سکتے ہیں مگر جو بہتے ہوئے دریا ہوتے ہیں ان کے درمیان درحقیقت جوڑ تصوراتی ہی ہیں اور محض مبارک باد دے دینا کہ پہلا سال گزر گیا، نیا سال چڑھا ایک فرضی سی بات ہے جس میں کوئی گہری حقیقت نہیں ہے، کوئی عقل کی بات ایسی نہیں کہ جس کے متعلق جماعت کو مشورہ دیا جائے کہ سب مبارک باد یں دو۔ مبارکباد دل سے نکل آتی ہے تو نکلنے دو بے شک کوئی حرج نہیں مگر وہ مقصد کو پورا کرنے والی نہیں۔ مقصد کو پورا کرنے والی بات یہ ہے کہ اس سال کا جائزہ ہر فرد اپنی انفرادی حیثیت سے، اپنی صورتحال، اپنے دل کی کیفیات پر غور کرتے ہوئے معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کون سے ایسے عظیم انقلابی لمحات تھے، نیکی کے مواقع تھے جن کو وہ استعمال کرتے ہوئے اپنی روحانی کیفیت تبدیل کر سکتا تھا اور رستے بدل کر بہتر رستوں پر گامزن ہو سکتا تھا اور کون سے ایسے مواقع تھے جو اس کے لئے نیکیوں کو گنوانے والے تھے اور واضح طور پر بدیوں میں مبتلا کرنے والے تھے جس آواز کو اسے ردّ کرنا چاہئے تھا اس آواز کو رد نہ کر سکا اور ان غلط رستوں پر گامزن ہو گیا۔ یہ جو واقعات ہیں یہ تو روزمرہ ہر انسان کی زندگی میں صبح سے شام تک ہوتے ہی رہے ہیں مگر بعض واقعات نمایاں ہو کر گہرا اثر چھوڑ جاتے ہیں اور بعض دفعہ زندگی کا رخ تبدیل کر دیتے ہیں۔

یہ ایسی بحث نہیں ہے جسے قومی اور اجتماعی طور پر اٹھایا جائے اور عامۃ الناس میں زیر بحث لایا جائے لیکن میرے نزدیک سب سے اہم ردعمل یہی ہے جو انسان کو وقت کے ایک حصے کے

گزرنے کے بعد دوسرے حصے کے آغاز کے جوڑ پر دکھانا چاہئے اور یہ ایک انسانی زندگی میں اچھی مفید روایت پیدا کرنے والی بات ہوگی یعنی اسے اگر مستقل اختیار کرلیا جائے تو ایک اچھی روایت ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی میری امت میں اچھی روایات قائم کرے گا ان پر عمل کرنے والا اور ان روایات سے فائدہ اٹھا کر آگے بات پہنچانے والا جب تک بھی ان روایات پر عمل ہوتا رہے گا (مسند الاحمام کتاب الادب) اس وقت تک اس روایت کو جاری کرنے والے کو ان سب کا ثواب پہنچے گا جو اس نیک روایت سے استفادہ کرتے ہوئے پھر اسے آگے بڑھاتے ہیں۔

پس یہ ایک ایسی روایت ہے میں سمجھتا ہوں جسے ہم اپنی جماعت میں جاری کریں تو محض سرسری مبارکبادوں سے اور جیسا کہ ہمارے ہاں مختلف رواج ہیں، پیدائش ہوئی ہے تو Birthday پہ مبارک باد دی، کہیں وہ پارٹیاں منائی جاتی ہیں، کارڈ وغیرہ بھیجے جاتے ہیں ان کے مقابل پر یہ روایت دو طرح سے منائی جاسکتی ہے جو میں تجویز کررہا ہوں۔ اول یہ کہ جب سب دنیا پر ایک سال غروب ہوتا ہے اور ایک اور سال طلوع ہوتا ہے اس وقت اپنے نفس کا انسان جائزہ لے اپنے ماضی پر نگاہ رکھ کر اپنے اس سال کے ماضی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے، کچھ فیصلے کرے کہ آئندہ جب اس قسم کے امتحان درپیش ہوں گے تو یہ غلطیاں میں نہیں کروں گا اور روحانی طور پر جو اس نے کوشش اور جدوجہد کی اس پر بھی نظر ڈالے اور اس کے ماحصل کو بھی دیکھے۔ مثلاً دعوت الی اللہ پہ زور دے تو ہر آدمی اپنے نفس پہ غور کرسکتا ہے کہ میں نے انفرادی طور پر اس میں کیا حصہ لیا ہے کیا دوسروں کی کوششوں کا پھل دیکھ کر ہی لذت محسوس کررہا ہوں یا خود مجھے بھی کچھ توفیق ملی ہے خدا نے مجھے کوئی روحانی اولاد عطا کی ہے۔ یہ سوچ گہری ہونی چاہئے معنی خیز ہونی چاہئے اور پھر اس کے ساتھ ہی اس سوچ کا ایک اور سلسلہ جاری ہونا چاہئے کہ میں آئندہ سال کیا ایسا پروگرام بناؤں کہ سال کے بعد پھر کہیں دوبارہ یہ پچھتانا نہ ہو۔

جیسا کہ بعض شعراء نے اس قسم کے مضمون کو اپنے شعروں میں بڑی عمدگی سے باندھا ہے۔ مثلاً بعض اشعار میں یہ ملتا ہے

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

اور اس مصرع کی تکرار ہوتی ہے کہ بعض دفعہ بہار آنے سے پہلے تمنا ہوتی تھی کہ بہار میں یہ ہوگا اور وہ ہوگا مگر نہ یہ ہوا نہ وہ ہوا اور بہار کے آخر پر انسان مڑ کے دیکھتا ہے تو حسرت سے کہتا ہے کہ

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی انسانی زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نصیحت فرمائی ہے کہ اے غافل! تو اپنی عمر پر نگاہ ڈال کر غور کر، یہ نہ ہو کہ خدمت قرآن سے عاری ہی اس دنیا سے سفر کر رہا ہو اور یہ احساس بہت دیر میں پیدا ہو کہ میں پیدا ہوا، بڑا ہوا، اللہ تعالیٰ کے احسانات سے فائدے اٹھائے اچھی زندگی گزر گئی مگر خدمت قرآن کی توفیق نہ ملی۔

ہر شخص کی سوچ کے مطابق ان زندگی کے جوڑوں پر جہاں ایک دور دوسرے دور میں داخل ہو رہا ہوتا ہے انسان کو مختلف قسم کے خیالات آتے ہیں، مختلف قسم کے تصور اس کے دل سے ابھرتے ہیں اور سب سے اچھا وہی تصور ہے جو خدا کی طرف مائل کرنے والا ہو، جو نیکیوں کی طرف توجہ دلانے والا ہو، آئندہ سال اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے مدد اور معاون ثابت ہو۔ پس اس پہلو سے میں اگرچہ عام دنیا کے دستور کے مطابق بھی سب عالمگیر جماعت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ آپ سب کے لئے یہ نیا سال مبارک فرمائے لیکن خصوصیت کے ساتھ اس نصیحت پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کرتا ہوں کہ ابھی جو وقت باقی ہے اس میں اپنے نفس کا جائزہ لیتے ہوئے، غور و فکر کرتے ہوئے ایسی باتیں اس رنگ میں سوچیں کہ آپ کے دل میں آئندہ کے لئے بہتر زندگی گزارنے کی تحریک پیدا ہو اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ جو اپنے نفس کا جائزہ ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کے اندر بہت سی پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا موجب بنے گا۔

ہر شخص کا اس میں شامل ہونا ضروری ہے ورنہ جماعتی نصیحتیں جب کی جاتی ہیں کہ فلاں کام کرو تو ساری جماعت من حیث الجماعت اپنے آپ کو ایک وجود سمجھتی ہے اس کا ایک اچھا پہلو بھی ہے۔ آپس کے تعلق ایسے ہوتے ہیں جیسے ایک بدن کے اعضاء کے ہوں لیکن اس کا ایک منفی پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ باقیوں نے جب کر لیا ہے تو پھر مجھے کیا ضرورت ہے۔ جماعت من حیث الجماعت یہ کام کر رہی ہے ہم نے آواز پر لبیک کہہ دی اور اچھے نتائج پیدا کر لئے۔ یہ سوچ ایک اچھی بات کا منفی پہلو ہے یعنی ساری جماعت کا یہ احساس کہ ہم ایک ہی بدن کے مختلف حصے ہیں اور ایک کی خوشی دوسرے عضو تک منتقل ہونا اس بدن کی زندگی کی علامت ہے اسی طرح ایک کا غم دوسرے عضو بدن تک منتقل ہونا بھی اس کی زندگی کی ہی علامت ہے مگر یہ سوچ اگر باشعور ہو اور تقویٰ کے ساتھ

ہوتو ہمیشہ فائدہ پہنچاتی ہے۔ ہر عضو بدن کو یہ احساس ہوگا کہ میرے بدن نے جو کچھ حاصل کیا میرا اس میں کیا حصہ تھا، میں کیوں نہ اپنا حصہ ڈالوں اور یہ سوچ منفی نتیجے بھی پیدا کر سکتی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ نے یہ اعلان کیا کہ جو بہت بڑا اور خوبصورت تالاب میں نے بنوایا ہے اس کا افتتاح ایسے ہوگا کہ ہر شخص دودھ کا ایک لوٹا بھر کے یا کوئی ایک برتن بھر کے وہ اس میں ڈالے اور حساب دان بتا رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں اتنا دودھ ہے کہ اس دن اگر لوگ ایک ایک برتن جو پیمانہ اس میں بیان کیا وہ خود استعمال کرنے کی بجائے اس تالاب میں ڈال دیں گے تو دنیا میں پہلی مرتبہ ایک ایسے تالاب کا افتتاح ہوگا جو دودھ سے بھرا ہوا ہو اور جنت کی یاد دلاتا ہو، بڑا خوبصورت خیال تھا اور اعلان ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہر طرف تیاریاں ہو رہی ہیں لیکن ہوا یہ کہ ہر شخص نے یہی سمجھا کہ ہم بھی تو قوم کا حصہ ہی ہیں سب قوم جب لوٹے ڈالے گی تو اس کی خوشی میں ہم بھی شامل ہوں گے لیکن کیا ضرور ہے کہ ہم بھی لوٹا لے کر جائیں۔ چنانچہ کوئی بھی نہیں گیا اور ہر ایک یہ سمجھتا رہا کہ دوسرے کی خوشیوں میں ہم شامل ہو جائیں گے اور وہ فخر جو ساری قوم کو حاصل ہوگا آخر ہم بھی تو اس کا حصہ ہیں اور اس کا افتتاح ایسے ہوا کہ خالی تالاب تھا نہ پانی کا قطرہ نہ دودھ کا قطرہ۔

تو سوچیں ایک ہی طرح کی ہوں مگر ذرا سی کروٹ بدلیں تو اچھی سوچیں بری سوچوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں، اچھے نتائج کی بجائے مضحکہ خیز نتائج ہاتھ آتے ہیں تو اس پہلو سے بعض ایسی سوچیں ہیں جن کا ہر فرد کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور اجتماعی نیکیوں میں یہ بہت ہی اہم معاملہ ہے۔ ہر فرد کو اپنا حصہ ضرور ڈالنا ہے اور اس پہلو سے آپ سوچیں کہ آپ نے اس سال میں اپنا حصہ کیا ڈالا تھا۔ کسی پہلو سے آپ کو خوشخبری ملے گی، آپ کہیں گے ہاں الحمدللہ پہلے مجھے مالی قربانی کی توفیق ملا کرتی تھیں اب یہ مل گئی کسی اور پہلو سے بھی آپ کو خوشخبری مل سکتی ہے کہ میں پہلے نمازیں کم پڑھتا تھا اب میں پڑھنے لگ گیا ہوں چنانچہ اسی خوشی میں وقتاً فوقتاً لوگ مجھے بھی شامل کرتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب نے لکھا کہ پہلے میں نماز سے غافل تھا آپ کا فلاں خطبہ دہرایا جا رہا تھا وہ سنا اور اس کے بعد میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت نماز شروع کر دی اور اس کے بعد نماز چھوڑنے کا کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ تو اس خوشی میں مجھے بھی شامل کرتے ہیں مگر ہر فرد کا کام ہے کہ عبادت میں شامل ہو پھر اجتماعی طور پر قوم عبادت کرنے والوں کی ایک جماعت بن جاتی ہے جس قوم کا ہر قطرہ یعنی

ہر ذرہ، ہر جزو، خدا کی عبادت سے سرشار ہو، اس کی اجتماعی شان بہت بلند ہو جاتی ہے اور اس کی دعاؤں کی قبولیت کا مرتبہ بھی بہت اونچا ہو جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے جب میں یہ کہہ رہا ہوں تو یہ مراد نہیں کہ ساری جماعتیں سوچیں کہ اس دفعہ ہم نے وقف جدید کا چندہ کتنا دیا تھا، تحریک جدید کا چندہ کتنا دیا تھا، دیا تو تھا مگر سب نے ویسا نہیں دیا بعضوں نے کم دیا مگر بڑی قربانی کے ساتھ دیا۔ بعضوں نے زیادہ دیا مگر کم قربانی کے ساتھ دیا، اس لئے یہ اجتماعی سوچ کا محل ہی نہیں ہے کہ اجتماعی طور پر غور ہو سکے۔ یہ انفرادی سوچ کا محل ہے، انفرادی سوچ کی باتیں ہیں۔ ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ اپنا جائزہ لے اور پھر خود ہی نتائج اخذ کرے، کسی اور کو نہ بتائے اگر کمزوریاں ہیں تو اپنے تک محدود رکھے اللہ تعالیٰ سے پردہ پوشی چاہے اور خدا کے حضور ہی اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے پردہ پوشی کی بھی دعا کرے اور آئندہ ان بدیوں سے بچنے کے لئے بھی توفیق مانگے۔

پس یہ جو لمحات ہیں سال کے آخر کے، یہ انہی سوچوں میں صرف ہونے چاہئیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر واقعۃً فرد جماعت ان اہم پہلوؤں سے جن میں سے چند کی میں نے نشان دہی کی ہے اپنا جائزہ لیں تو آئندہ سال کیلئے جماعت کو بہت سے ایسے کارکن مہیا ہو جائیں گے جو پہلے مہیا نہیں تھے۔

اب تبلیغ کا معاملہ ہے میں نے بارہا توجہ دلائی ہے کہ ابھی تک بھی میرے نزدیک جماعت کی اکثریت ایسی ہے جو داعی الی اللہ نہیں بن سکی، ابھی تمنائیں دلوں میں کروٹ لے رہی ہیں اور زمین تیار ضرور ہو رہی ہے، وہ نظر آ رہا ہے لیکن ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ وہ کہہ سکیں کہ ہاں ہم نے بھی حصہ ڈال دیا۔ پس ان باتوں کو بار بار یاد کرانے کے نتیجے میں جو انسان کا شعور بیدار ہوتا ہے اور خود اپنی نگرانی کرتا ہے اور اس کے اندر سے ایک نصیحت کرنے والا میسر آ جاتا ہے پھر وہ نصیحت ضرور فائدہ پہنچاتی ہے۔

میں نے بارہا اس مضمون پر غور کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو اللہ نے فرمایا فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ:10) کہ نصیحت کر نصیحت ضرور فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس میں بہت سی حکمتیں مجھے ہر دفعہ دکھائی دیں اور خاص طور پر آنحضرت ﷺ کے حوالے سے یہ مضمون سمجھ آتا ہے ورنہ نہیں آتا۔ ایک اور حکمت جو مجھے اس میں دکھائی دی، جس کا پہلے میں ذکر نہیں کر سکا وہ یہ ہے کہ وہ ناصح جس کی نصیحت پہلے اس پر کارگر ہو، اس کی نصیحت دوسروں پر ضرور کارگر ہوتی ہے۔ وہ ایک عالم باعمل بن جاتا ہے جو بات کہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو کرتا ہے اس کی باتوں میں ایک عظیم طاقت پیدا

ہو جاتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ سے جو وعدہ ہے، وہ ہر اس شخص کی ذات میں پورا نہیں ہوگا جو ان صفات میں جو ایسی نصیحت کے لئے ضروری ہیں حضور اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی نہیں کر رہا۔ پس ادنیٰ سوچ کے ساتھ، ایک سرسری فکر کے ساتھ جب آپ قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو بسا اوقات دل میں اعتراض اٹھتے ہیں کہ یہ اللہ نے کیا کہہ دیا ہے، فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ہم تو نصیحتیں کرتے ہیں ہمارے بچوں پر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ تو یہ کیا قانون ہے کہ نصیحت کر، ضرور اثر ہوگا؟

آنحضرت ﷺ کی نصیحت ضرور اثر کرتی تھی اب یہ الگ مسئلہ ہے کہ بعض دفعہ وہ نصیحت کا اثر فوراً دکھائی دینے لگتا ہے بعض دفعہ دلوں میں کچھ تحریکات پیدا کر دیتا ہے جن کے پوری طرح پننپے اور اپنے اندرونی لحاظ سے پختگی حاصل کرنے میں ایک وقت لگتا ہے لیکن کچھ استثنا بھی ہیں۔ ان استثنا ٔات کا بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرما دیا ہے اور وہ یہ ہیں سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ٝ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرہ:8) کہ اے محمدؐ! تیری نصیحت اثر تو کرتی ہے اور ضرور کرے گی مگر ان دلوں پر کرے گی جن پر ابھی تالے نہیں پڑے ان دلوں پر پڑے گی جن پر اللہ کی مہر نہیں لگی۔ ان پر نصیحت اثر کرے گی جو یہ فیصلہ نہیں کر چکے کہ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ کہ فیصلہ ہے ہم نے ایمان نہیں لانا۔ ان لوگوں کے لئے تیری نصیحت برابر ہے جنہوں نے ایمان لانا ہی نہیں ان کو چاہے سنائے چاہے نہ سنائے ان کے لئے برابر ہے تو یہ استثناء بھی ہیں مگر ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے۔ ان استثنا ٔات کو چھوڑ کر یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تذکیر ہی تھی آپؐ کا ذکر کرنا ہی تھا اور آپؐ کا نصیحت کرنا تھا جس نے دیکھتے دیکھتے عرب کی کایا پلٹ دی، ایک عظیم روحانی انقلاب برپا ہوا۔

پس اس پہلو سے ہمیں بھی آنحضرت ﷺ کی نصیحت کے انداز سیکھنے چاہئیں اور آج کی اس گھڑی میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی نصیحت میں جو طاقت پیدا ہوئی ہے میں نے غور سے یہ مضمون بھی سیکھا ہے کہ اس لئے تھی کہ آپؐ سب سے پہلے مذکر تھے اور اپنے نفس پر آپؐ کی نصیحت کو پورا غلبہ حاصل تھا۔ ایک ایسا قوی غلبہ تھا کہ نفس کی مجال نہیں تھی کہ محمد رسول ﷺ کی اندرونی نصیحت کے خلاف ایک ادنیٰ سی سوچ بھی سوچ سکے۔ جب یہ طاقت انسان کو نصیب ہو جاتی

ہے تو غیروں پر بھی طاقت عطا ہوتی ہے۔ یہ محض کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ نفسیاتی لحاظ سے ایک طے شدہ، ثابت شدہ حقیقت ہے۔ وہ لوگ جو مسمریزم سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جو علم طب میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ اگر مطالعہ کریں یا ان کو اچھا استاد میسر آئے تو وہ لازماً ان کو یہ بتائے گا کہ پہلے اپنی Will کو، اپنے فیصلے کی طاقت کو اپنے نفس پر جاری کرنے کی کوشش کرو اور اس کی ورزش کرو ذہنی طور پر۔ اگر نہیں کرو گے تو تمہیں غیروں کے دماغ پر اثر انداز ہونے کی کوئی طاقت نہیں ملے گی اور اسی طرح Will Power کو تقویت دی جاتی ہے۔ اس کے بغیر آپ گھر بیٹھے جو مرضی کریں اور آپ کا نفس آپ کی بات مانے گا ہی نہیں بلکہ آپ اس کے زیر نگیں چلتے رہیں اور پھر سوچیں کہ میں سوچوں گا فلاں آدمی یوں کرے تو یوں کرنے لگ جائے گا یہ محض احمق کی خواب ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

پس فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى میں جس ناصح کا ذکر ہے وہ ہر شخص کے اندر موجود ہے اور میں اس ناصح کو مخاطب ہوں۔ ہر احمدی کے اس ناصح کو مخاطب ہوں جس سے نصیحت کے سفر کا آغاز ہونا ہے۔ پس نئے سال کے سفر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے اس ناصح کو بیدار کریں اور اگر ہر آدمی کرے تو اس کو غیر معمولی طاقتیں عطا ہوں گی۔ یہ میں جانتا ہوں خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت کو اسی طرح بنایا ہے اور خدا تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ جہاں قرآن کریم نے انسان کے اللہ کی فطرت پر پیدا ہونے کا ذکر فرمایا ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (الروم:31) اللہ نے جو کچھ کر دیا ہے اس میں تم کبھی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ پس اس بنیادی اصول کو اپنے پلے باندھ لیں کہ پہلے آپ نے اپنے نفس کی تسخیر کرنی ہے۔ اپنے نفس کے اندر موجود ناصح کو جگانا ہے، اس کو اپنے نفس پر غلبہ عطا کرنا ہے اور جب اس کو آپ یہ سکھا دیں اور یہ توفیق مل جائے جو دعاؤں کی مدد کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی تو پھر اللہ کے فضل کے ساتھ آپ کے اندر سے ایک ایسی قوی شخصیت بیدار ہوگی کہ اسے لازماً ماحول پہ غالب آنا ہے اور اس ایک نصیحت پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں جو قرآن سے ہم نے سیکھی اور حضرت محمد ﷺ کی ذات میں اس نے عظیم جلوہ دکھایا ہے ہم اس جلوہ محمدؐ کو سب دنیا پہ عام کر سکتے ہیں۔ جب ہم دعائیں کرتے ہیں اے اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جلوہ عام کر تو وہاں بھی یہ سوچنے کی بات ہے کہ اس جلوہ کو عام کرنے میں ہم نے اپنے نفس کے کون سے حصے کو چمکایا ہے کہ وہ شیشے کی طرح جلوہ محمد مصطفی ﷺ کا، کوئی لشکارہ، کوئی اس کی چمک دنیا کو دکھا دے۔ جب

تک رخ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف رہے گا آپ کے دل میں وہ شفاف آئینہ ہوگا جو اس چمک کو لیتا ہے ایک زاویے سے دوسروں پر بھی وہ روشنی ڈالتا ہے اس وقت تک آپ کی یہ دعا درست، آپ کی یہ تمنائیں اچھی، اے اللہ! محمد رسول اللہ ﷺ کا جلوہ سب دنیا کو دکھا دے۔ اگر یہ نہیں اور اس کے لئے باشعور کوشش بھی نہیں ہے تو فرضی باتیں ہیں، ان فرضی باتوں میں تو ساری دنیا مبتلا ہے۔ عالم اسلام دیکھیں کس امید پر بیٹھا ہوا ہے محض ان فرضی خیالوں میں کہ اسلام نے ضرور غالب آجانا ہے۔ غالب آنے سے پہلے اسلام جوان سے قربانی چاہتا ہے۔ جوان سے تبدیلیاں چاہتا ہے ان کی طرف کسی کو کوئی خیال نہیں آپ ہی آپ غالب آجائے سال کے بعد سال گزر جاتا ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ احمدی سال اس طرح نہ گزریں۔ ہر سال چند ایسے لمحات میں سے گزر کر آگے سفر شروع کرے جو اپنے نفس کے محاسبے کے لمحات ہوں اور بڑی دیانتداری اور خلوص کے ساتھ انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور پھر کچھ ارادے باندھے اور ان ارادوں کا زادِ راہ لے کر اگلے سال میں داخل ہو۔ ہماری تو یہ سوچیں ہیں، ہمارے تو یہ ارادے ہیں۔ دعاؤں کے ساتھ نیکیوں کا زادراہ لے کر آگے بڑھتے ہیں، بڑھتے رہیں گے۔

بدقسمتی سے ہمارے غیر بھی کچھ ایسے ہیں جو ہر سال بد ارادے باندھتے ہیں۔ ہمارے سفر محبت کے سفر ہیں اور ہمارا زادِ راہ محبت کا زادراہ ہے۔ ان کے سفر بدی کے سفر ہیں اور محض دوسرے کو تکلیف پہنچانا، عذاب دینا، کسی طرح ان کے لئے ہلاکت کے سامان پیدا کرنا، یہ سوچیں لے کر وہ نئے سالوں میں داخل ہوتے ہیں اور انہی سوچوں کے ساتھ پھر وہ جماعت کو چیلنج دیتے ہیں کہ دیکھو یہ سال کس کا بنتا ہے۔ 1994ء کے حوالے سے بھی بہت کچھ ایسا ہوا لیکن یہ لمبے تذکرے ہیں، مختصر شاید میں چند باتیں بیان کرسکوں اور باقی مضمون ایسا ہے جو ہر سال جلسہ سالانہ پر جو آخری تقریر ہے اس میں یا درمیانی تقریر میں یہ مضمون بار بار یعنی جاری مضمون کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن سب سے پہلے میں یہ پسند کروں گا کہ آج سے سو برس پہلے جو 1894ء تھا اس کے نقوش پر غور کر کے آپ کو بتاؤں کہ اس سال کے کیا اہم نقوش تھے اور یہ وہ دوسرا حصہ ہے یعنی اجتماعی سوچ کا۔ اس لئے مضمون قطع کر کے میں اس حصے میں داخل ہو رہا ہوں۔ شروع میں ہی میں نے آپ کو سمجھایا تھا کہ دو طریق سے سالوں کے جوڑ منائے جاتے ہیں۔ ایک انفرادی طور پر جو میرے نزدیک زیادہ اہم ہے اور دوسرا اجتماعی طور پر۔ اب اجتماعی موازنے کے طور پر میں آپ کے سامنے

کچھ مثالیں رکھتا ہوں کہ سب سے پہلے تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ سو سال پہلے اس مقدس دور میں، جس نے آج کے دور کی بنا ڈالی اور آئندہ سب ادوار کی بنا ڈال چکا ہے، کیا ہوا تھا؟ وہ سال کیسے گزرا تھا؟ اس سال کے اہم امور یہ ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو 1894ء میں بعض بہت ہی اہم اور بہت دور رس اثر رکھنے والی تصنیفات کی توفیق ملی اور خصوصیت کے ساتھ عرب دنیا کو آپؑ نے اس سال میں مخاطب فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے عرب دنیا میں اس کے نتیجہ میں لبیک کہنے والے بھی بڑے عظیم پیدا کئے اور 1894ء کا یہ سال اس پہلو سے اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ مؤرخ احمدیت مولوی دوست محمد صاحب نے جب اس سال کا موازنہ کیا تو سب سے نمایاں چیز ان کو یہی محسوس ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عربوں میں نفوذ اگر کسی ایک سال سے وابستہ کیا جا سکتا ہے تو وہ 1894ء ہے اور عجیب بات ہے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر کا آج 1994ء بھی اس پہلو سے نمایاں ہے۔

اور خدا تعالیٰ نے جو ہمیں MTA جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائی یہ بھی اس سال کا پھل ہے۔ 7 رجنوری 1994ء کو یہ عالمی پروگرام جاری ہوا ہے اور اسی سال اسی پروگرام کی برکت سے اس کثرت سے عربوں کی توجہ احمدیت کی طرف ہوئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ہمارے مخالفین پر ایک زلزلہ آ گیا ہے۔ بار بار سعودی عرب کے گزٹ اور ان کے اخبارات اس بات کو اچھال رہے ہیں اور ایک اخبار تو یہ لکھتا ہے کہ اب فوراً حرکت کرو جس تیزی سے احمدیت کا نفوذ پھیل رہا ہے اور عربوں پر خصوصیت سے اثر انداز ہے اگر ہم نے آج کارروائی نہیں کی تو پھر یہ بہت لیٹ ہو جائے گا۔

وہ الفاظ یہ ہیں سعودی گزٹ 27 رجون 1994ء یہ چھ مہینے کی بات ہے اس کے بعد بہت پانی آگے گزر چکا ہے۔ یہ میں جون کی بات بتا رہا ہوں۔ ابھی انہوں نے جولائی میں ظاہر ہونے والی بیعتیں نہیں دیکھی تھیں اور گھبراہٹ کا اور پریشانی کا یہ عالم تھا وہ لکھتے ہیں:

> It is now time that we stop talking about countring the Kufr propeganda of Mirza Ghulam Ahmad's devient followers and establish a globel Islamic T.V. Broadcast Station without delay.

جوانہوں نے بغض کا اظہار کرنا تھا وہ تو کرنا ہی تھا ”نقل کفر کفر نہ باشد“۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں گالیاں دیتے ہوئے ساتھ ساتھ یہ کہہ رہا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اب ہم باتیں ختم کریں اور عملی اقدام کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے عالمگیر پروپیگنڈا کے توڑ کے طور پر ایک عالمگیر اسلامی ٹیلی ویژن سٹیشن قائم کریں، ٹیلی ویژن نظام جاری کریں، یہ کہنے کے بعد کہتے ہیں Now not Later اب ہو یہ۔ اب کے بعد نہیں Later may be too late دیر ہوگئی تو پھر بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ Already it is too Late اب تم کچھ نہیں کر سکتے۔

1894ء میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توفیق ملی کہ عرب دنیا کو مخاطب ہوں ہمارے پاس تو وہ چارہ نہیں تھا، وہ ذرائع نہیں تھے، اس زمانے میں تقویٰ کا معیار بہت بلند تھا اور زبردستی لٹریچر کی راہ میں کوئی روک نہیں ڈالی جاتی تھی ہر قسم کی کتاب ہر جگہ پہنچ جاتی تھی، ہر ایک کو آزادی تھی۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: 257) کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ علماء بھی شوق سے اپنی مخالف آراء کو سنتے ان میں دلچسپی لیتے اور اگر اتفاق نہیں کرتے تھے تو جوابی کارروائی کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو عربی زبان میں کتب شائع فرمائیں تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ بعض کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام عرب دنیا میں مفت تقسیم کروائی ہیں لیکن آج ان کو قیمتاً بھی وہاں لینا چاہے تو اس کو اجازت نہیں، رستے کی روکیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سالوں کی مماثلت تو معلوم ہوتا ہے دکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اب ان بے چاروں کی کیا طاقت ہے کہ خدا کے ارادوں کی راہ میں روک ڈالیں۔ وہ رستے کی Tarif کی پابندیاں سطح زمین پر چلتی ہیں یا ہوا میں اڑیں تو وہاں پہنچ کر زمین کے رستے سے داخل ہوتی ہیں ان پر تو انہوں نے پہرے بٹھا ہوئے تھے۔ اب آسمان پر کیسے پہرے بٹھاتے، اب اللہ نے یہ پیغام آسمان سے اتارنا شروع کیا ہے اور عرب اس کثرت سے دلچسپی لے رہے ہیں کہ بعض دفعہ ان کے پیغام سن کر آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ یہ واقعہ ہو گیا، ہماری توقعات سے بہت بڑھ کر ہے۔ سوالات بھی آنے شروع ہو گئے ہیں دلچسپیوں کے اظہار، مختلف طریق پر، ہمارے پروگراموں کے مطالبے کر رہے ہیں رسائل کہ ہمیں بھیجو تا کہ عربوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کے تقاضے پورے کر سکیں۔ بعینہٖ یہی درخواست لکھی ہوئی ہمارے دفتر میں موجود ہے، فون پر بھی ان صاحب کی نصیحت آئی۔ ایک بڑے رسالے کے مالک بھی ہیں اور

ایڈیٹر بھی، وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں پہلے ہی علم تھا حالانکہ پہلے علم نہیں تھا۔ توقع تھی، علم نہیں تھا۔ کہتے ہیں جیسا کہ آپ کو علم ہوگا دن بدن عربوں کی دلچسپی MTA میں بڑھتی چلی جارہی ہے اور اس دلچسپی کو پورا کرنے کی خاطر ہم نے ضروری خیال کیا ہے کہ آپ کے آئندہ کے پروگرام شائع کیا کریں اس لئے مہربانی فرما کر ہمیں اجازت بھی دیں اور پروگرام بھی بھیجیں۔ اس وقت تو مجھے خیال نہیں تھا میں نے آج کے خطبے کے لئے تاریخ کے اس سال کے واقعات کھنگالے تو پھر مجھے سمجھ آئی کہ یہ کیا واقعہ ہوا تھا۔

یہ MTA کا اس سال جاری ہونا اور پھر عربی پروگراموں کے پیش کرنے کی توفیق پانا اور ہمارے عزیز بزرگ دوست حلمی شافی صاحب کو خدا تعالیٰ نے دل میں یہ تحریک ڈالی کہ وہاں بیٹھ کر اب ترجموں وغیرہ کی خدمت نہ کرو، یہاں پہنچ کر کرو، انہوں نے اپنی ساری زندگی پیش کر دی اور یہ سارے واقعات اسی سال کے ہیں اور جس چیز کی ہمیں ضرورت تھی کہ ایک اچھا عربی دان، عالمِ دین پاس بیٹھا ہو اور ترجمے بھی اچھے کر سکے وہ مہیا ہو گیا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ عبدالمومن صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ رواں ترجمے جو اردو سے کرنے پڑتے ہیں وہ کر دیں۔ تو یہ سارے سامان وہی ہیں جو دراصل گزشتہ ایک سو سال پہلے کے 1894ء کے سال کی یاد دلاتے ہیں۔ تو اجتماعی طور پر خدا تعالیٰ ہمیں توفیق بخش رہا ہے اور بہت سے ایسے اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں جن کا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وقت کی کمی کی وجہ سے تفصیلی تبصرہ تو ممکن نہیں لیکن کچھ نہ کچھ کا میں اشارۃً ذکر کروں گا یا کچھ نسبتاً تفصیل سے بھی۔

وہ سال جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام کامیاب سالوں میں ایک پہلو سے نمایاں خصوصیت رکھتا تھا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عالمی اور دائمی دور میں ایک اہم حیثیت رکھتا تھا۔ وہ سال تھا جس سال چاند سورج نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کی صداقت کو ظاہر کیا اور ثابت کیا اور اس کے ثبوت کے طور پر حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود دکھا دیا کہ یہ وہی مہدی ہے جس کی پیشگوئی اصدق الصادقین محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی۔ پس 1894ء کا سال اس پہلو سے ایک زندگی کا محض اہم سال نہیں رہتا بلکہ ایک دور کا اہم ترین سال بن جاتا ہے۔ ایک ایسے دور کا جس نے ختم نہیں ہونا۔ اس پہلو سے 1994ء میں بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایسی توفیقات عطا فرمائی ہیں جو آئندہ ایک

عظیم دور کی خوشخبریوں کا پیش خیمہ بنیں گی اور یہ MTA کا جو اجراء ہے، باقاعدہ سات جنوری کو ہوا میں سمجھتا ہوں انہی انعامات میں سے ایک اہم انعام ہے اور اس کا چاند سورج کی گواہی سے تعلق ہے اور بہت گہرا تعلق ہے۔

بعض دفعہ ایک انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ایک ایسی بات (جس کی تفصیل ذہن میں حاضر نہیں ہوتی ، نہ انسان اس وقت سوچ سکتا ہے) مگر منہ سے کلمے ایسے نکل جاتے ہیں جو پورے ہوتے ہیں تو اس وقت کہنے والا بھی حیرت سے دیکھتا ہے کہ یہ کیا بات میرے منہ سے نکلی اور اللہ تعالیٰ نے کیسے پوری فرمادی۔ اس کے متعلق کئی، ایک دفعہ نہیں بارہا ایسے واقعات ہو چکے ہیں مثلاً ایک متکبر شخص کے متعلق اپنی ایک نظم میں میں نے کہا تھا کہ:

ع خدا اڑادے گا خاک ان کی (کلام طاہر:۲۳)

بگولے اٹھے ہیں خاک کے ہمیں مٹانے کے لئے اللہ ان کی خاک اڑادے گا، ان کا نشان نہیں ملے گا، اور وہ شخص اسی طرح بگولوں میں اڑنے والی خاک بن گیا اور امریکہ سے مجھے کسی نے لکھا کہ آپ کی تو توجہ نہیں گئی ہوگی مگر میں نے جب اس شعر کو پڑھا اور اس واقعہ کو دیکھا تو بالکل یوں لگتا تھا جیسے خدا تعالیٰ نے آپ کے منہ سے یہ بات کہلوائی ہے عین اس واقعہ پر چسپاں ہونے والی بات ہے تو اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔

ربوہ میں جب شروع شروع میں مخالفت کا بہت جوش اٹھا تو اس وقت میں نے مولویوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ دیکھو تم بعض رستے بند کر سکتے ہو زمین پر جب خدا نے یہ فیصلہ کیا کہ آسمان سے تمام دنیا پر بارشیں برسائے گا پھر تمہاری چھتریاں کیسے اس کو روک سکیں گی۔ کیسے تمہاری چھتریاں ان فضلوں کو بندوں پر گرانے کی راہ میں حائل ہو جائیں گی فضل جب آسمان سے گرتے ہیں اور خدا اتارتا ہے اور عالمگیر فضل اتارتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ دنیا میں کسی کو طاقت نہیں کہ ان کو روک سکے، ان کی راہ میں حائل ہو سکے۔ مگر اس وقت میں پاکستان کا بھی کہہ سکتا تھا بغیر دنیا کے حوالے سے یہ بات کر سکتا تھا وہ وقت ایسا تھا جب خود بخود میری زبان پر یہ الفاظ زور کے ساتھ جاری ہوئے کہ وہ وقت جب ساری دنیا میں خدا فضلوں کی بارشیں برسائے گا تو ان آسمان سے اترے ہوئے فضلوں کی راہ تم کیسے روک سکو گے یہ کوشش بے کار ہے اس کو چھوڑ دو، تمہیں چارہ نہیں ہے کہ یہ کام کر سکو۔ اب

MTA جب اتری ہے تو تب سمجھ آئی ہے کہ ساری دنیا میں اسی سال 1994ء ہی میں یہ آسمان کی گواہیاں اتر رہی ہیں جیسے چاند سورج کی گواہی آسمان سے اتری تھی اور دوبارہ اس گواہی کو لے کر پھر خدا کے فضل اترنے شروع ہوئے۔ پس یہ خدا کی کائنات کے عجیب اسرار ہیں۔ ان کو لطیف نگاہوں سے دیکھیں تو انسان اور بھی زیادہ لطف اندوز ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ مولویوں نے پتا کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا تھا 1994ء کا سال احمدیوں کے لئے موت کا سال ہے۔ چھٹی۔ کہتے ہیں مرزا طاہر کو عادت پڑی ہوئی ہے پاگلوں والی باتیں کرتا رہتا ہے، بڑے دعوے کر رہا ہے کہ ہم نے یوں کیا اور اس سال ہم یوں کریں گے۔ ہم بتاتے ہیں کہ یہ سال کیا ہونا ہے۔

نائب ناظم صاحب مرکزی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت کہتے ہیں قادیانیو! آئین کو تسلیم کرلو پاسداری کرو قانون کی۔ (یعنی اللہ کا قانون دفع کرو۔ چھوڑو پرے، ہمارا قانون مانو اور خدا کے قانون کے باغی ہو جاؤ۔ یہ مضمون ہے) ورنہ 1974ء میں مرزائیت کو ایک ضرب لگی پھر 84ء میں امتناع قادیانیت کے ذریعے قادیانی زخمی ہوا اب 94ء ہے اور یہ قادیانیت کے خاتمہ کا سال ہوگا۔ 94ء ایک دن باقی رہ گیا ہے اور یہ دن بھی خوش خبریاں لے کر آئے گا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرا اس سال کا جو نئی سے نئی خوش خبریاں لے کر نہ آیا ہو اور ان منحوسوں کی ہر بات جھوٹی نکلی ایک ایک لفظ جھوٹا ہوا اور یہ بھی انہوں نے ایک شیوہ بنالیا ہے۔ ایک دفعہ ایک مولوی اٹھ کے کہتا ہے کہ اگلے سال مرزا طاہر مر جائے گا اور دوسرے سال دوسرا مولوی کہتا ہے کہ میں پیشگوئی کر رہا ہوں، تیسرے سال تیسرا مولوی۔ سکیم یہ بنائی گئی ہے کہ کسی سال تو اس نے مرنا ہی ہے تو جس سال مرا اس سال کا مولوی اور اس کے سارے ساتھی سچے ہو گئے۔ وہ بیسیوں جھوٹے جو بد بخت پیچھے رہ جائیں گے ان کا کیا بناؤ گے۔ یہی پیشہ انہوں نے مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی اختیار کیا ہوا تھا اور حیرت انگیز طریق پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے مکر وفریب کے جال سے نکال لیا۔

ایسا عجیب واقعہ ہے عبدالحکیم کی پیشگوئی سے متعلق کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے مولوی تو اس کو پیش کرتے ہیں کہ دیکھو مرزا صاحب جھوٹے نکلے اس نے کہا تھا عبدالحکیم نے کہ یہ 1908ء کا جو سال ہے اس میں مر جائے گا اور یہ واقعہ ہوگا اور دیکھ لو 1908ء میں مر گیا اب اور کیا چاہتے ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے سالوں کا دیکھو ہر سال یہی کہا کرتے تھے مولوی بھی عبدالحکیم نام کا کبھی کسی

دوسرے نام کا۔ ہر سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موت کی خبریں شائع کر رہے تھے تو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی بندہ مولویوں کی وجہ سے غیر فانی ہو جائے اور اس کو خدا بنا بیٹھے۔ یہ تو ناممکن ہے، ہر شخص نے مرنا تو ہے ہی لیکن اللہ نے جس طرح اس کو جھوٹا کیا وہ حیرت انگیز بات ہے۔ اس کے منہ سے پہلے یہ پیشگوئی نکلی اس کے قلم سے یہ پیشگوئی شائع ہوئی جس سے پتا چلتا تھا۔ مئی کا مہینہ گزرے گا نہیں جب یہ شخص فوت ہو جائے گا۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجل مسمیٰ مئی ہی میں تھی۔ 26 رمئی مقرر تھی۔ اب خدا کوئی تقدیر نہ فرماتا تو دیکھیں کتنا بڑا طوفان بے تمیزی بر پا ہوتا۔ اس تحریر کے کچھ دیر بعد اس نے کہا کہ نہیں نہیں غلط ہوگئی خدا نے فیصلہ بدل لیا ہے۔ وہ مئی میں نہیں مرے گا بلکہ اکتوبر میں مرے گا یا کچھ اور مدت آگے بڑھا دی اور پہلی پیشگوئی کی تردید کر کے پھر دوسری پیشگوئی میں داخل ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ''پیسہ اخبار'' نے جو مسیح موعودؑ کا دشمن تھا بڑی حسرت سے کہا کاش عبدالحکیم یہ ترمیم نہ کرتا۔ اس سے ان سب کی ذہنیت کا بھی پتا چلا کہ یہ انسانی پیشگوئیوں کا حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں سے مقابلہ چاہتے تھے۔ ترمیمیں بندوں کے ہاتھ میں تھیں، ان کے نزدیک بندے کی مرضی ہے جب چاہے پیشگوئی میں ترمیم کر دے۔ لیکن بعض ترمیمیں خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہیں اور یہ ترمیم بھی عبدالحکیم کے ہاتھ میں نہیں تھی خدا کے ہاتھ میں تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود ہی قریب وصال کی خوشخبری دے دی تھی۔ خوشخبری ان معنوں میں کہ اپنے اللہ سے جو لقاء کا خاص موقع ہوتا ہے وفات کے وقت وہ میسر آنا تھا لیکن بہر حال ایک غم کا موقع ہوتا ہے وفات۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کثرت الہامات سے یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ یہ سال آپؑ کے وصال کا سال ہے لیکن اس کے باوجود اللہ پر توکل کرتے ہوئے مباہلے سے بھی باز نہیں آئے اور ہر قسم کے چیلنج دشمن کو دیتے رہے۔ عبدالحکیم سے ایسا ہی ایک تصادم ہوا اور اس نے پیشگوئی جو میں نے بیان کی ہے یہ کر دی اور خدا نے ترمیم کروائی ہے پھر۔ اس کی اپنی ترمیم نہیں تھی ورنہ پاگل کیوں ہو گیا تھا اچانک اس کو کیا خیال آیا کہ مئی سے ارادہ بدل کے خدا نے اکتوبر کا کر دیا یا اس کے بعد کا۔ تو وہ پیشگوئی جس پر لوگ ہنستے ہیں اس میں سب سے زیادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے نشان ہیں۔ پس ان لوگوں سے بھی خدا پیشگوئیاں کرواتا ہے

جو جھوٹی نکلتی ہیں لیکن امر واقع یہ ہے کہ ہر انسان نے آخر مرنا ہے۔ یہ مولوی ان میں سے کوئی بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کرتا کہ خدا نے ہمیں بتایا ہے اور یہ فرق ہے اگر خدا نے نہیں بتایا تو جب کوئی مرے گا تو تم کیسے سچے ثابت ہو جاؤ گے لیکن یہاں تو خدا سے تعلق کا معاملہ ہے اگر خدا نے نہیں بتایا ہوا اور بات سچی نکلے پھر درست ہے عبد الحکیم یہ دعوے کر رہا تھا کہ خدا نے بتایا ہے اور چونکہ خدا پر ایک قسم کی ذمہ داری آجاتی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی عصمت کی حفاظت کرنا تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی دخل فرمایا اور اس کی عقل ماری گئی اور جو اتفاقاً صحیح بات لکھی گئی تھی اپنے ہاتھ سے اس نے اس پر قلم تنسیخ پھیر دیا اس کو قطع کر کے ایک اور بات بنالی۔

مگر امر واقعہ یہ ہے کہ یہ جو مولوی آج کل بول رہے ہیں ان میں دو قسم کے ہیں۔ بعض تو یہ کہہ دیتے ہیں ڈر کے مارے، دل میں کچھ نہ کچھ یہ ڈر رہے کہ کہیں آپ ہی نہ مارے جائیں، یقین جو نہیں ہے۔ اس لئے بعضوں نے احتیاط یہاں تک برتی ہے کہا کہ مجھ پر ابلیس نازل ہوا اور ابلیس نے مجھے بتادیا ہے کہ مرزا طاہر احمد فلاں سال ختم ہو جائے گا اور ظاہر بات ہے کہ ابلیس نے جھوٹ ہی بولنا تھا اور اس شخص نے بھی اگر کوئی سچ بولا تھا تو شاید یہی بولا تھا کہ ابلیس نازل ہوا، ورنہ وہ بڑا ہی جھوٹا آدمی ہے۔ اس کے متعلق سارا کچا چٹھہ کسی وقت نعیم عثمان صاحب پیش کر دیں گے سب کے سامنے، شاید کیا بھی ہو انہوں نے کچھ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جھوٹ کو دیکھیں کیسے ثابت فرمادیا کہ جو خود جھوٹ بولنے کی خاطر ابلیس کا مظہر بن گیا ہو اس کا باقی کیا رہا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم یہ پیشگوئی کرتے ہیں لیکن خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ یہ خدا کی طرف منسوب کریں تو خود مارے جائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور ایسے معاملات میں پھر خدا دخل دیتا ہے مگر بعید نہیں کہ یہ سارے ہماری زندگیوں میں ہی دیکھتے دیکھتے حسرتوں سے جان دے دیں کیونکہ مجھ پر یہ گہرا تأثر ہے الہامات کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کی روشنی میں، کہ اس صدی کا آخر ان مولویوں کے لئے بہت بد انجام لے کے آنے والا ہے اور خدا تعالیٰ نے دل میں جو یہ تحریک ڈالی ہے کہ ان چوٹی کے بد بخت علماء کے لئے بددعا کی جائے تا کہ امت کے لئے وہ دعا بن جائے۔ یعنی ان کے چنگل سے مولویوں سے نجات کی دعا درحقیقت امت کے لئے دعا ہے اگر چہ ان کے لئے بظاہر بددعا ہے۔ تو یہ بددعائے خیر ہے ایک۔

جیسے کہا جائے کہ اس شیر کے چنگل سے فلاں بے چارہ زندہ سلامت نکل آئے تو شیر کے لئے بددعا ہی ہوگی لیکن جس معصوم کے لئے اس کے چنگل سے بچانے کے لئے ہے وہ تو دعا ہی بنتی ہے تو انجام کار ایسی دعائیں نیک دعائیں ہوتی ہیں اگر چہ بددعا کی راہ سے کچھ تلخ قدم اٹھا کے گزرنا پڑتا ہے۔ پس اس سال کی آخری گھڑیوں میں اس دعا کو بھی یاد رکھیں، ان کے تفاخر، ان کی بے باکیاں اور اس قسم کی تعلّیاں اللہ تعالیٰ ساری جھوٹی کر کے ان کے منہ پر مارے اور ان کی ساری مرادیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور وہ دعا جس کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی یہ اس سال بھی جاری رہے گی آئندہ بھی جاری رہے گی اور ایسے آثار میں دیکھ رہا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو پایہ قبولیت میں جگہ بخش رہا ہے۔

ایک اور ان کا حوالہ تھا کہ مرزا طاہر احمد نے یہ عجیب بے ہودہ بیان دیا ہے کہ یہ غلبہ احمدیت کی صدی ہے اس کے بعد عجیب وغریب ایک پاگلوں والی منطق ہے جس کی سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ منطق یہ ہے اول تو ان کے عقیدے کے مطابق پندرھویں صدی کا وجود نہیں ہونا چاہئے تھا۔ چونکہ مرزا قادیانی نے چودھویں صدی کو آخری صدی اور خود کو آخری صدی کا آخری مجدد قرار دیا ہے۔ ایسی جاہلانہ بات ہے بالکل برعکس معاملہ ہے۔ یہ مولوی شور مچایا کرتے تھے کہ چودھویں صدی ختم نہیں ہوگی جب تک مہدی نہ آجائے اور ہم کہتے تھے کہ روک کے دیکھ لو اس نے ختم ہونا ہی ہونا ہے۔ یہ بحثیں تھیں ان کی، جھوٹے کی یادداشت نہیں ہوتی۔ اس قدر بے وقوف قوم ہے کہ جو احمدی کہتے تھے وہ اپنا موقف بنالیا ہے جو وہ خود آپ کہا کرتے تھے وہ احمدیوں کا موقف بنا دیا اور پھر اس الہام یا وحی کے برخلاف پندرھویں صدی آ ہی گئی نا۔ لو بولو اب دیکھیں اس قدر بے ہودہ بکواس، جھوٹ، نہ عقل، نہ کوئی تُک یہ حال ہو گیا ہے ان کی عقلوں کا مخبوط الحواس ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر کہتے ہیں لیکن یاد رکھیں یہ جو صدی گزر رہی ہے یہ صدی قادیانیت کی موت کی ثابت ہوگی اور یہی ڈش انٹینا جس پر یہ اترا رہے ہیں یہ انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ یہ کہتے ہیں، فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ مکہ مکرمہ سے اعلان ہو رہا ہے کہ بڑے فائدے پہنچا گیا ہے اگر ہم نے کچھ نہ کیا تو بہت لیٹ ہو جائے گا۔ کس کی بات آدمی مانے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ کے فضل کے ساتھ اتنا عظیم الشان روحانی فائدہ پہنچ رہا ہے تبلیغی، تربیتی اور ہر پہلو سے کہ اس کی آگ لگی ہوئی ہے ان کو جس کی وجہ سے طیش آرہا ہے۔ جوابی کارروائی کے طور پر کچھ احمدی شہید کر دیئے انہوں نے حال ہی میں کچھ عرصے میں چار پانچ بہت ہی

دردناک شہادتیں ہوئی ہیں لیکن ان کا یہ پھل ہے۔ بس اور یہ ارادے لے کر نکلتے ہیں کہ اس سال ہم ان کی کتنی مسجدیں جلائیں گے، کتنی قبریں اکھیڑیں گے اور جتنی قبریں انہوں نے پہلے اکھیڑی تھیں اس سے زیادہ 1894ء میں ایک اکھیڑ بیٹھے ہیں جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے۔ اس سال میں انہوں نے زیادہ قبریں اکھیڑی ہیں تو یہ کامیابی ہے؟ مردوں کی قبریں اکھیڑ کر، ان کو بے حرمت کرنے کی کوشش کرنا یہ بدبختی ہے، تو جس کے حصے میں یہ رضائے باری تعالیٰ لکھی ہو کہ اتنی مسجدیں برباد کیں، اتنے آدمیوں کو قتل کیا، اتنے لوگوں کے مال لوٹے، اتنے لوگوں کو اس سزا میں کہ انہوں نے کہا تھا لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ، زدوکوب کیا، مارا پیٹا اور تھانوں میں لے کے گئے اور پھر مقدمے دائر کئے، پھر ہم نے ان کے اس اقرار پر کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سچے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ہتک کے الزام میں موت کی پھانسی کا پھندا دکھاتے ہوئے ان پر مقدمے درج کئے کہ یہ تمہارا انجام ہے اور کہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ سچے ہیں۔ کتنے احمدی ہیں جو پیچھے ہٹے؟ ایک بھی نہیں۔

ابھی حال ہی میں جو انور آباد میں شہادت ہوئی ہے وہ نوجوان تھا، مخلص سندھی اور اس کے گھر لے جا کر بھی، اس کے باہر بھی لوگوں کے سامنے ان کے ساتھیوں کو انہوں نے بار بار کہا کہ توبہ کر لو۔ پہلے تو کہا کہ کلمہ سناؤ انہوں نے کلمہ سنایا، انہوں نے کہا یہ تو ہمارا بھی یہی کلمہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو ہمارا بھی تو یہی کلمہ ہے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ کہا نہیں پھر دوسرا کلمہ یہ پڑھو کہ مرزا غلام احمد کو گندی گالیاں دو۔ انہوں نے کہا ہمیں سکھایا نہیں خدا نے۔ تم بدبختوں کے حصے میں تم جو مرضی کرو مگر جو کلمہ خدا نے ہمیں سکھایا نہیں وہ ہم نہیں پڑھیں گے اور اس جرم میں ان کو گولی ماردی ہے۔ اب بتائیں آپ یہ کامیابیاں ہیں جن پر فخر کر رہے ہیں اس لئے یہ سال کلیۃً ان کی نامرادیوں کا سال ہے۔

یہ وہ سال ہے جس میں جب سے میں نے ہجرت کی ہے عارضی طور پر، پہلی بار ہے کہ دس نئے ممالک احمدیت کی آغوش میں داخل ہوئے ہیں۔ بڑی لمبی فہرست ہے برکتوں کی لیکن وہ انشاء اللہ آئندہ جلسے پر میں پیش کروں گا۔

اب میں آخر پر آپ کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اجتماعی جائزے بھی پیش ہوتے رہتے ہیں، ہوں گے۔ سال میں جہاں بھی جوڑ ڈال لیں وہاں یہ جائزے پیش ہو سکتے ہیں انشاء اللہ۔ آئندہ سال میں وسط میں تقریباً جلسہ UK پہ یہ میں تفصیل سے خوشخبریاں آپ کو سناؤں گا لیکن آخری یاددہانی

پھر یہی کراتا ہوں کہ جو ہر ذات کا اپنا محاسبہ ہے اس سے زیادہ بابرکت اور کوئی چیز نہیں ہے ہر احمدی جس تک یہ آواز پہنچتی ہے چند لمحے توقف کر کے ٹھہرے، اس غرض سے غور کرے کہ میں نے کیا کھویا کیا پایا اور اس نیت سے غور کرے کہ یہ نہ ہو کہ مجھے زندگی کے آخر پر موت کے لمحوں میں یہ خیال آئے کہ کاش میں ہر سال یہی غور کرتا۔ وہ جو غور ہے وہ بالکل بے کار جاتا ہے جب زندگی کے سال اکٹھا مرتے ہیں تو پھر غور کا وقت نہیں رہتا۔ اب تو ایک ایک کر کے ہمارا سال مر رہا ہے۔ خدا کرے کہ ہر مرنے والا سال ہمارے اگلے سال کو زندہ کر کے مرے اس کے لئے موت کا پیش خیمہ بن کے نہ مرے۔ ان دعاؤں اور اس فکر کے ساتھ ہم اس سال کو الوداع کہتے ہیں اور انشاء اللہ عنقریب اگلے سال میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام عالمگیر جماعت کو یہ نیا سال مبارک فرمائے۔ آمین